**محمد ناصر آفریدی**
**اسکالر پی ایچ ڈی اُردو، سرحد یونی ورسٹی آف سائنس و ٹیکنالوجی، پشاور**
**انجم یوسف**
**اسکالر پی ایچ ڈی اُردو، قرطبہ یونیورسٹی، پشاور**

# ڈاکٹر ارشاد شاکر آعوان کی نظموں کا موضوعاتی مطالعہ

## Thematic Study of the Poems of Dr.Irshad Shakir Awan

Irshad Shakir is one of well known name in KPK Hazara Division. He tries his best in both the generals of poetry, poems and ode, but his poems become his recognition. Many collections of his poems have been published in which we find variety of thoughts and topics. Particularly his poems related to 'Iqbal's recognition' are very famous. This article presents different thoughts and artistic sides of Irshad Shakir's poems.

**Keywords:** *Intellectual thought, Progressive Perception, Iqbal, Leaders of Muslim Umah, Freedom of expression, Patriotism, Palestinian persecution, Democracy.*

ادب میں شاعری کو مرکزیت حاصل ہے اردو شاعری اردو زبان کے معرضِ وجود میں آنے کے فوراً بعد شروع ہو گئی تھی۔ جو مختلف ادوار سے گزرتی ہوئی جدیدیت سے ہمکنار ہوئی۔ اردو شاعری کی دو اصناف غزل اور نظم نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ جابر علی سید اس حوالے سے کہتے ہیں کہ "غزل تہذیب کی شاعری ہے اور نظم شاعری کی تہذیب ہے۔"(۱)

نظم ایسی صنف ہے جس میں شاعر کھل کر اپنے مافی الضمیر بیان کرتا ہے۔ نظم کا لفظ جب شاعری کی ایک مخصوص صنف کے لیے استعمال ہو تو اس سے وہ نظمیں مقصود ہوتی ہیں جن کا کوئی حسین موضوع ہو اور جن میں فلسفیانہ، بیانیہ یا مفکرانہ انداز میں شاعر نے کچھ خارجی و داخلی قسم کے تاثرات پیش کیے ہوں۔ بقول ڈاکٹر وزیر آغا:

> نظم بنیادی طور پر تاثرات کے تجزیاتی مطالعے کا ایک وسیلہ ہے اور اس میدان میں اس کا کوئی حریف نہیں۔(۲)

شعری اصناف میں نظم کی صنف انیسویں صدی کے آخری دہوں میں متشکل ہوتی ہے۔ اقبالؔ اور پھر اقبالؔ کے بعد ترقی پسند تحریک کے ذریعے اس کے خدوخال متعین ہوئے ہیں۔ اردو اصناف سخن میں نظم نسبتاً اور

طویل نظم خصوصاً ایک جدید صنف ہے۔ نظم شاعر کے داخلی جذبات پر ایک کیمیائی تغیر کا کام کرتی ہے۔یعنی وہ انہیں تحلیل کر کے ان سے ایک نیا مرکب تیار کرتا ہے۔بقول عمران ازفر:

> نظم ایک اکائی اور ایک کلی وحدت ہوتی ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے خیال کی ایک مرکب تصویر قاری یا سامع تک پہنچاتا ہے۔ نظم اپنے اجزا کے لحاظ سے ابتدا، وسط اور انتہا یا انجام کے ارکان کا حاصل ہوتی ہے لیکن ایک کُل کی صورت میں وہ ایک وحدت ہی ہے۔ جس میں کسی شاعرانہ فکر یا خیال کو شاعرانہ انداز کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔[۳]

خیبر پختونخواہ میں ہزارہ کے شعری منظرنامے کو مدِ نظر رکھیں تو سینکڑوں شعرا سُخن طرازیوں میں مصروف نظر آئیں گے۔ جدید شعرائے ہزارہ میں ڈاکٹر ارشاد شاکرؔ اعوان اپنے منفرد اندازِ شاعری کی بنیاد پر جُداگانہ حیثیت کے حامل ہیں۔ارشاد شاکرؔ اعوان کی نظموں کے موضوعاتی تنوّع اور بُوقلمونی نے ان کے طرزِ شاعری کو انفرادیت بخشی ہے۔ ارشاد شاکرؔ نے نظم کی تقریباً تمام اقسام پر طبع آزمائی کی ہے۔ان کی نظموں میں جذبے کی فراوانی موجود ہے جو شاعری کے لیے نہایت ضروری امر ہے کیونکہ بقول عمران ازفر:

> اچھا شعر ہمیشہ جذبے اور شعور کے تخلیقی امتزاج سے وجود میں آتا ہے۔[۴]

ڈاکٹر ارشاد شاکرؔ اعوان کی نظم نگاری کے فن کو اگر موضوعات کے انتخاب اور الفاظ کے چناؤ کے حوالے سے دیکھا جائے تو ان کی انفرادی پہچان ٹھوس مثال بن کر ہمارے سامنے آتی ہے۔ارشاد شاکرؔ کی شاعری کے موضوعات کا جائزہ خاصا وسیع ہے ان کا کلام سادہ اور پُر تاثیر ہے ان کی نظموں میں موضوعات کا تنوع و رنگینی ملتی ہے۔ارشاد شاکرؔ جدید دور کے شاعر ہیں جنہوں نے اردو شاعری میں نظم و غزل دونوں اصناف پر طبع آزمائی کی ہے لیکن آپ ایک کہنہ مشق نظم گو شاعر ہیں۔ ان کی نظموں میں لطافت، پاکیزگی، سبک پروری، اور ندرت خاص طور قاری کے ذوق سلیم کو متاثر کرتی ہے۔بقول قاری غلام رسول تانف:

> ارشاد شاکر کی شاعری کلاسکیت اور جدت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے ان کی شاعری عصری معنویت کی حامل ہے۔ غزل اور نظم پر انہیں شاعرانہ قدرت حاصل ہے۔[۵]

ارشاد شاکر نے نظم میں معاشرتی حالات کی عکاسی خوبصورت انداز میں کی ہے جیسے نظموں کی سطور چمکتی ہوئی جھالروں میں موتیوں کی لڑیوں کی طرح نظر کو خیرہ کرتی ہیں۔ارشاد شاکر کا شمار دور جدید کے ان شعرا میں ہوتا ہے جن کی نظمیں انفرادیت کی حامل ہیں اور جو موجودہ دور کے تقاضوں کو مد نظر رکھ کر اپنے فن سے انصاف کر

رہے ہیں۔ قدرت نے اُنھیں بہترین تخلیقی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ کا شعری سرمایہ کم و بیش ایک ہزار صفحات پر محیط ہے، جو انواع و اقسام کی پھُل پھلواریوں سے آراستہ ہے۔ ارشاد شاکرؔ اعوان نہ صرف اُردو کے شاعر ہیں، بلکہ آپ نے دیگر زبانوں میں بھی قابلِ قدر شاعری کی ہے۔ آپ اُردو، فارسی، ہندکو اور پشتو زبان میں یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ اِن زبانوں میں ان کا قابلِ قدر شعری سرمایہ موجود ہے۔

ارشاد شاکرؔ اعوان کی نظمیں داخلی و خارجی کیفیات کے امتزاج سے متشکل ہوتی ہیں۔ آپ معاشرتی، اخلاقی اور سماجی برائیوں اور بدعنوانیوں کے سدِّباب کے لیے دینِ اسلام کے سنہری اُصولوں کی ترویج کو ناگُزیر تصوّر کرتے ہیں۔ اِن کے خیال میں ظُلم و ناانصافی کی تاریکیوں کو نورِ اسلام ہی سے مٹایا جاسکتا ہے۔ ارشاد شاکر اعوان کے اب تک نظموں کے تین مجموعے پیراہنِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں، جن کے اشاعتی کوائف کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ شاخ در شاخ		قرطاس، فیصل آباد، ۱۷ مئی ۲۰۱۵ء
۲۔ خواب خیال اُجالا		قرطاس، فیصل آباد، ۲۰ مئی ۲۰۱۵ء
۳۔ احوال		قرطاس، فیصل آباد، ۲۷ جون ۲۰۱۵ء

ارشاد شاکر اعوان کی نظموں کے تین مجموعوں کے عمیق مطالعے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اُن کی جُملہ نظمیں فکر و خیال کے اعتبار سے علویّت کی حامل ہیں۔ قرآن و حدیث سے گہری وابستگی، فکرِ اقبال کی غوطہ خوری و رمز شناسی، عربی فارسی اور اردو کے پچاس سالہ وسیع مطالعے نے آپ کے قلب و نظر کے در وا کیے ہیں، جن کے اثرات آپ کی شعری و نثری تحریروں میں واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ ارشاد شاکر اعوان نے فنِ شعر گوئی کو اپنے داخلی احساسات و جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ اُنھوں نے اپنے افکارِ عالیہ کی ترجمانی کے لیے کئی اصناف اور ہیئتوں کو کامیابی سے برتا ہے۔ آزاد، پابند اور معریٰ نظمیں بھی اُن کے ہاں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ قطعات اور رُباعیات سے بھی آپ کا کلام خالی نہیں ہے۔ اُنھوں نے قدیم اور روایتی شعری ہیئتوں میں معنی خیز اور حیرت افزا تبدیلیاں بھی کی ہیں، جو آپ کی اجتہادی فکر کی آئینہ داری کرتی ہیں۔

ارشاد شاکر اعوان متنوّع و ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں، مگر آپ کی شخصیت کے دیگر پہلوؤں اور ہمہ جہتی کو آپ کی اقبال شناسی نے پردہ اخفا میں رکھا ہوا ہے۔ اگرچہ "بیانِ اقبال: نیا تناظر" آپ کی اقبال شناسی کا اساسی حوالہ سمجھی جاتی ہے، لیکن "ہمالہ سے نیا شوالہ تک" اور "جاوید نامہ: حواشی و تعلیقات: بھی اقبالیاتی ادب و سرمایے

میں معنی خیز اور قابلِ قدر اضافے ہیں ۔ اقبال سے متعلق آپ کے افکار نصف صدی کی محنتِ شاقہ ،وسیع مطالعے، تفہیمِ قرآن اور تدبّر و تفکّر کا نچوڑ ہیں۔ آپ نے کلامِ اقبال کی فِکری جہات کی ایسی منفرد تعبیرات کی ہیں، جو واقعی دیدنی ہیں۔ آپ قرآنِ مجید کو فِکرِ اقبال کا اساسی مرکز و محور سمجھتے ہیں۔

ارشاد شاکر اعوان کثیر الجہات تخلیق کار اور ترقّی پسندانہ فکر و احساس کے مالک ہیں۔ آپ محنت کی عظمت اور جہدِ مسلسل پر قوی یقین رکھتے ہیں۔ وہ خود بھی آج جس مقام و مرتبے پر فائز ہیں، جُہدِ مسلسل اور کاوشِ پیہم کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی نظموں میں بھی محنت کی عظمت کا درس و پیغام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اِس خصوص میں اُن کی نظم "دھوپ چڑھی دیوار سے "خاص توجہ کی حامل ہے۔ ارشاد شاکر اعوان کے نزدیک زندگی حرکت کا دوسرا نام ہے اور انسانی بقا و فنا اِسی حرکتِ مسلسل سے وابستہ ہے۔ مذکورہ نظم میں اُنھوں نے اپنی قلبی کیفیات اور داخلی جذبات و احساسات کا اظہار نہایت عمدگی اور سلیقہ مندی سے کیا ہے۔ اس نظم کا آغاز یوں ہوتا ہے:

ٹِک ٹِک اِس گھڑیال کی، جس کو دل کہتے ہیں
خون میں گرمی رہنے تک ہے
سایوں نے پیڑوں کے پاؤں پکڑ لیے ہیں
دھُوپ چڑھی دیوار سے تو سائے اُتریں گے
آنے والی رات کو روشن کر نہ سکیں گے
دیپ اشکوں کے
جاگتی آنکھیں
دِل گھڑیال کی تال پہ رقصاں
خون کے شُعلے
زندہ جذبے
ایک الاؤ
ٹِک ٹِک اِس گھڑیال کی، جس کو دِل کہتے ہیں
خون میں گرمی رہنے تک ہے (۲)

ارشاد شاکر اعوان کی نظم میں جدت طرازی کے نئے تجربات ملتے ہیں۔ وہ معاشرتی ناہمواریوں اور عوامی زندگی سے موضوعات کشید کرتے ہیں اور اُنھیں انتہائی خوب صورتی، فنی مہارت اور استادانہ قادرالکلامی سے نذرِ شعر کرتے ہیں۔ موضوعاتی حوالے سے آپ کی نظموں کا دائرہ خاصا وسیع ہے۔ ارشاد شاکر اعوان نے مدحتِ رسول ﷺ، حمدِ باری تعالیٰ، اکابرینِ امّتِ مسلمہ، قومی راہ نماؤں، سیاسی لیڈروں، دوستوں، عزیزوں، وفات یافتوں اور قومی و ملی مسائل پر نہایت فکر انگیز و خیال افروز نظمیں تخلیق کی ہیں۔ ان کی شاعری کے متعلق ڈاکٹر نذر عابد یوں کہتے ہیں:

> غزل، نظم اور نعت یکساں مہارت سے کہتے ہیں ان کی شاعری میں معاصر منظر نامہ، بھرپور سیاسی اور سماجی شعور کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ زبان و بیان کی پختگی اور استادانہ رنگ اس پر مستزاد ہے۔[۷]

جذبۂ حُب الوطنی ارشاد شاکر اعوان کے خون و رگ و پے میں سرائیت کیے ہوئے ہے۔ اُنھیں نظریہ اسلام کے نام پر وجود پذیر ہونے والی پہلی نظریاتی ریاست سے بے انتہا عقیدت ہے۔ وہ اسلام اور وطنِ عزیز کو تمام وفاداریوں کا مرکز و محور سمجھتے ہیں ارشاد شاکر اعوان ضمیر فروشوں، سوداگروں اور ملک دشمن عناصر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور برملا یہ پیغام دیتے ہیں کہ گلشنِ وطن کی سینچائی، آبیاری، سرسبزی اور شادابی کے لیے خون دینے سے بھی ہم دریغ نہیں کریں گے۔ اُن کی جذبۂ حُب الوطنی سے بھرپُور نظم "عہدِ وفا" ملاحظہ ہو:

ہاں! یہ سچ ہے
حضرتِ آدمؑ کی ہیں اولاد ہم
اُن کی بھُول ایک دانہ
جنّتِ جاوید سے حکمِ سفر
داغِ فراق
اے مری خُلدِ بریں، فِردوسِ جاں
جانِ بہشت
ارضِ وطن
ہے خطا اپنی سرشت

مانتے ہیں
تُجھ سے لیکن باندھتے ہیں
ہم خدا کے رُوبرُو
چُوم کر تیرے قدم
عہدِ وفا
جب تلک ہے جاں میں جاں، تن میں لہو
آنکھوں میں دم
تُجھ کو رکھیں گے سدا
آباد، شاداب اور ہرا
خون پسینہ دے کے سینچیں گے تُجھے
دانۂ گندم کی خاطر ہم نہ بیچیں گے تُجھ (۸)

ارشاد شاکر اعوان کی نظمیں درد مندی و ہمدردی کے عناصر سے بھرپُور ہیں۔ وہ جب عالمِ اسلام پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اُمّتِ مسلمہ کے دگر گوں حالات اُن کی روح فرسائی کا باعث بنتے ہیں۔ عہدِ حاضر میں مسلمانوں کے اخلاقی، علمی سیاسی اور فکری زوال کا اُنھیں بہت دُکھ ہے اور جب وہ اِس داخلی کرب کو شعری پیکر عطا کرتے ہیں تو قارئین ان کے خیالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ اشعار اُن کے قلب کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ارشاد شاکر کی نظمیں مزاحمتی ادب میں قومی و بین الاقوامی سطح پر ہونے والی سازشوں و سفاکیت کو بے نقاب کرتی ہیں۔ پروفیسر اسماعیل گوہر اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> ان نظموں میں اس عہد کی پوری سیاسی تاریخ سانسیں لے رہی ہے سبھی جمہوری اور غیر جمہوری کرداروں اور رویوں کو متحرک اور جاندار پیکروں میں پیش کیا گیا ہے۔ ۔۔۔جہاں جمہوری قدروں کو پامال کر کے لوگوں کو غریب عوام اور اسلام کے نام پر شخصی حکمرانی گھٹاٹوپ اندھیروں میں دھکیل دیا گیا۔ (۹)

ارشاد شاکر اعوان مسلمانانِ عالم کے سیاسی حالات سے بے خبر نہیں ہیں۔ وہ اِس کا ادراک اور گہری بصیرت رکھتے ہیں۔ اُنھیں ارضِ کابل سے لے کر فلسطین و بیروت تک مسلمانوں پر ہونے والے انسانیت سوز مظالم کا

بہ خوبی اندازہ ہے۔ آپ مسلمانوں اوراسلام کی سربلندی کے لیے قوّتِ ایمانی و اتحاد بین المسلمین کا درس دیتے ہیں۔ چناں چہ اِس خصوص میں اُن کی نظم "مناجات" ملاحظہ ہو:

ارضِ کابل سے لے کر تابیروت
موجۂ خوں
آبِ رواں سے ارزاں
دشتِ اہواز سے گردیز کے گلزاروں تک
شہریاسر سے اباداں کے بازاروں تک
ایک بارود کی بُو، ایک دھُواں
بے حسی حیطۂ ادراک سے باہر ہے
کراں تابہ کراں
سر کہیں، پاؤں کہیں، باہیں کہیں
بیٹیاں بیٹے کہیں، مائیں کہیں
بھیج یارب! کسی ایوبیؒ کو
پھر اس بوجھ سے
آزاد کر اِس دھرتی کو
ننگِ اسلاف ہیں
تاریخ کے ماتھے کا سیہ داغ ہیں ہم
رَمق ایماں کی رہی کوئی نہیں
تیری رحمت میں کمی کوئی نہیں
حرفِ توحید کا مفہوم سکھادے ہم کو
نسبتِ احمدِ مرسلؐ کا صِلہ دے ہم کو(١٠)

ارشاد شاکر اعوان حُریّتِ فکر کے عَلم بردار ہیں۔ آپ اظہارِ ذات کو حضرتِ انسان کا بنیادی حق تصوّر کرتے ہیں اور اِس پر لگائی جانے والی قدغنوں کی بھرپُور مذمّت کرتے ہیں۔ اُنھوں نے تاریخِ انسانی کی حق گو، بے باک اور آزادیِ فکر و اظہار کا پیغام دینے والی عظیم ہستیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اِس ضمن میں اُنھوں نے تعصّب اور جانب داری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غیر مُسلم شخصیات کا تذکرہ بھی بڑی فراخ دِلی سے کیا ہے۔ یہ نظمیں محض عظیم القدر دانش وروں، فلسفیوں، راہ نماؤں اور قوم کے اصلاح کاروں کا تذکرہ ہی نہیں، بلکہ اِن کے کرداری و شخصی اوصاف کی ترجمان بھی ہیں۔ ایسی نظمیں ارشاد شاکر اعوان کی انسانیت پسندی، وسیع المشربی، خرد افروزی اور فِکری بصیرت کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ نے سُقراط، اقبال، فیض احمد فیض اور قائدِ عوام ذوالفقار علی بھٹو پر اعلیٰ پائے کی نظمیں تخلیق کی ہیں۔ ارشاد شاکر اعوان نے تاریخِ عالم کی ہر اُس شخصیت کو سراہا ہے، جس نے حُریّتِ فکر و آزادیِ اظہارِ خیال کا نعرہ لگایا ہے۔ اس خصوص میں ارشاد شاکر اعوان کی نظم "ایتھنز کا دانا" کا آٹھواں بند ملاحظہ ہو:

پِنڈی کے بَندی خانے میں
اِک صحرائی، تیرا بھائی
تیرا ہم صورت، ہم سیرت
اِس نے بھی وحدت اُجیالی
درسِ اخوّت کا سکھلایا
وہ بھی تُجھ سا شعلہ خوُ تھا
اِس کے ساتھ جوان لہو تھا
اس کے منصف بھی ہم پیشہ
جیسے تھا، فرہاد کا تیشہ
وہ بھی تھا انصاف کا طالب
رحم کی بھیک نہ مانگی اُس نے
درد کی داد کا وہ تھا طالب
ہونا تھا جو، طے پایا تھا

اس نے بھی اِک لفظ کہا تھا
"ختم کرو یہ"(۱۱)

ارشاد شاکر اعوان کی نظموں میں بھٹو سے عقیدت مندی کا جذبہ ابھر کر سامنے آتا ہے جس کا اصل سبب قائدِ عوام کی عوام دوستی، اسلام پسندی، جمہوریت کی بحالی اور بہترین خارجہ و داخلہ پالیسیاں ہیں۔ اُن کی حُب الوطنی اور اسلام دوستی میں ارشاد شاکر اعوان کے نزدیک کسی قسم کے شک کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ ارشاد شاکر اعوان نے مذکورہ بالا خیالات کا اظہار اپنی نظم "خواب خیال اُجالا" میں یوں کیا ہے:

اپنی دھرتی سے پیار ہے مجھ کو — خاکِ طیبہ سے دِل لگایا ہے
میں نے ملّت کے سربراہوں کو — لا کے پھر اِک جگہ بٹھایا ہے
اِس سے بڑھ کر قصور کیا ہو گا — میں نے وحدت کا گیت چھیڑا ہے
اتحادِ اُمّتِ مسلماں کا — سب اِسی جُرم کا بکھیڑا ہے
میں مساوات کا ہوں دیوانہ — کہ یہ میرے نبیؐ کی سنّت ہے
اہلِ ثروت کے پاس ہے جو کچھ — میرے محنت کشوں کی محنت ہے
میں اِسے بانٹنے کے درپے تھا — چوُسنا خون ان کی فطرت ہے
یہ جو ہیں سامراج کے پٹھو — ہو گئے میری جان کے دشمن
مُجھ کو دیتے ہیں جو بھی یہ الزام — ان سے بھرپور ان کے ہی دامن
جلد اُتریں گے ان کے چہروں سے — دین و ایمان کے عارضی روغن(۱۲)

ارشاد شاکر اعوان نے اپنے قلم قبیلے کے دوست احباب کے متعلق بھی بے شمار نظمیں لکھی ہیں۔ اِن نظموں میں آپ نے اپنے رُفقا کی شعری کاوشوں کی خوب داد دی ہے۔ یہ نظمیں آپ کی وسیع النظری و اعلیٰ ظرفی کی عمدہ مثالیں ہیں۔ اِن نظموں میں ارشاد شاکر اعوان نے دوستوں کے شخصی و کرداری اوصاف کو بھی بیان کیا ہے۔ اِس کے پہلو بہ پہلو آپ نے اِن کے کلام پر منظوم تبصرے بھی کیے ہیں۔ اِس حوالے سے بھی آپ کی یہ منظومات اہم تخلیقی دستاویز ہیں۔ آپ اہلِ ہنر ہیں اور اہلِ ہنر کے اعتراف کو اہم فریضہ تصوّر کرتے ہیں۔ آصف ثاقب ارشاد شاکر اعوان کے دیرینہ دوستوں میں سے ہیں۔ اِن کی یہ رفاقت کم و بیش چالیس سال کے عرصے کو محیط

ہے۔ آپ کے نام آصف ثاقب کے بے شمار خطوط بھی اس دوستی کی گہرائی اور اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ چناں چہ ارشاد شاکر اعوان اپنی نظم "سلطان محمد آصف خان ثاقب" میں اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

دوستی کا مدھر اظہار ہے آصف ثاقب
ہر حوالے سے طرحدار ہے آصف ثاقب
ہے زبردستوں کے حلقے سے تعلق لیکن
زیردستوں کا طرف دار ہے آصف ثاقب
دشتِ الفت کا وہ سادھو، وہ وفا کا باہوؒ
استقامت کا علم دار ہے آصف ثاقب
دنیوی عیش کی ہر اک چمک رکھتا ہے
باوجود اِس کے بھی دیں دار ہے آصف ثاقب
نہ شکایت، نہ گلہ ہے، نہ تکبّر نہ غرور
ننگ پرور ہے، جہاں دار ہے آصف ثاقب (١٣)

ارشاد شاکر اعوان کے درج بالا تین شعری مجموعوں میں کل دو سو نظمیں ہیں۔ پچیس شخصی مرثیے ہیں، جو رثائی شاعری کی ذیل میں آتے ہیں۔ بعض نظمیں آپ نے دوست احباب کی فرمائش پر لکھی ہیں۔ انھیں فرمائشی نظمیں کہنا ہی مناسب ہو گا۔ جب کہ بعض نظمیں انھوں نے دوستوں اور عزیزوں کی یاد میں تخلیق کی ہیں، جو یاد نگاری کی ذیل میں آتی ہیں۔ فرمائشی اور دوست احباب کی یاد میں لکھی گئی نظموں سے آپ کی بدیہہ گوئی اور قادرالکلامی کا اظہار ہوتا ہے۔ ان نظموں میں فیض احمد فیض، نذرِ ثاقب، الوداع، پرنسپل پروفیسر نذر دین صاحب کے لیے، سلطان محمد آصف خان ثاقب، پروفیسر محمود خان کے لیے، پروفیسر سید مرتضیٰ شاہ شنکیاری، ڈاکٹر ممتاز گیلانی ہومیو ڈاکٹر، حبیبِ مکرم پروفیسر صوفی رشید وغیرہ وغیرہ نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

ارشاد شاکر اعوان کے ہاں شخصی مرثیے بھی تعداد میں کم نہیں ہیں۔ اُنھوں نے اُردو شعر و سُخن کی جُملہ اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ ارشاد شاکر اعوان کے ہاں کربلائی مرثیوں کی بجائے شخصی مراثی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ نے اپنے بڑے چچا گُل زمان عاجز بفوی، والدِ محترم، عزیز و اقارب، معتبر علمی و ادبی شخصیتوں، قومی راہ نماؤں اور دوستوں کی وفات پر غم و اندوہ میں ڈوب کر پُر تاثیر شخصی مرثیے کہے ہیں۔ یہ نظمیں نہ صرف رثائی

شاعری کا عمدہ نمونہ ہیں،بلکہ زبان و بیان پر ارشاد شاکر اعوان کی قدرت اور قادرالکلامی کا بیّن ثبوت بھی ہیں۔ارشاد شاکر اعوان نے ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے تاریخی زلزلے کی تباہ کاریوں اور ہولناک مناظر کی دل دوز لفظی تصویریں صفحۂ قرطاس پر بنائی ہیں،جو دیکھنے والوں کو دعوتِ فکر دیتی ہیں۔اِس ہوش ربا زلزلے میں ارشاد شاکر اعوان کا ننھیالی خاندان بھی بری طرح متاثر ہوا اور بالاکوٹ میں قیام پذیر آپ کے خاندان کے تقریباً پچاس سے زائد افراد حالتِ روزہ میں جامِ شہادت نوش فرما کر ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔اس داخلی اور اجتماعی کرب نے آپ سے ایسی پر تاثیر اور کرب انگیز نظم تخلیق کروائی،جسے ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے شہدائے زلزلہ کا مرثیہ کہا جاسکتا ہے۔اُنھوں نے زلزلے کے بعد کی صورتِ حال کی ایسی تصویر گری کی ہے کہ وہ مناظر حقیقت بن کر نگاہوں کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ارشاد شاکر اعوان نے اِس نظم میں مکانوں کے انہدام سے اٹھنے والے گرد و غبار،عمارتوں کے نیچے دب جانے والوں کی چیخ و پکار،گلاب اور پری تمثال چہروں کے انتقال،بے کفن لاشوں کے انبار،وغیرہ کو حزنیہ لب و لہجہ میں یوں پیش کیا ہے:

کس قدر ہولناک منظر ہے
کچے پکے مکان ڈھیر ہوئے
ایک گرد و غبار
چیخ پکار
کیسے کیسے گلاب چہرے تھے
کیسے کیسے بدن پری تمثال
موت کی نیند سو گئے یک بار
اوڑھ کر اپنے ہی گھروں کا غبار
کوئی نوحہ نہ بین ہے کوئی
بے کفن لاشے ریت کے انبار
شہر کے شہر ہو گئے مسمار
لِمَنِ الملک کی صدا گونجی
مٹ گیا فخر جبہ و دستار

دھنس گئے گھر کے ساتھ گھر والے
دب گئے خاک میں درو دیوار
موت کی گھاٹیاں ہوئے بازار۔۔(الخ)(۱۴)

ارشاد شاکر اعوان کی نظموں میں نعتیہ شاعری بھی امتیازی شان لیے ہوئے ہے۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ "نعت دریچہ" کے عنوان سے پیراہنِ طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ نعت دراصل حضور ﷺ کی ذاتِ مبارک سے والہانہ عشق کے اظہار کا نام ہے۔ نعت گوئی کا شرف اُسی شاعر کو حاصل ہو سکتا ہے، جو دولتِ ایمانی اور عشقِ رسول ﷺ سے مالا مال ہو اور جسمانی و روحانی طہارت و پاکیزگی کا عمدہ نمونہ ہو۔ اگرچہ اُن کی نعتوں کا ایک مجموعہ ہے، مگر معیار و اعتبار، نعت کے اُصولوں، فنی نزاکتوں، زبان و بیان کی خوبیوں اور خیالات کی نفاست و لطافت، اُسلوبِ بیان کی نُدرت و تشبیہات کی جّدت کے لحاظ سے یہ اپنی مثال آپ ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ارشاد شاکر اعوان کو بہ حیثیتِ نعت گو شاعر زندہ رہنے کے لیے "نعت دریچہ" کے علاوہ کسی اور حوالے کی ضرورت نہیں ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ آپ فنِ نعت گوئی کے تقاضوں سے کلّی طور پر آگاہ ہیں۔ فنِ نعت گوئی پر آپ کی کتاب "عہدِ رسالت ﷺ میں نعت" حوالے کی شے ہے۔ اِس موضوع پر عربی ادب میں بھی اتنی وقیع کتاب شاید ہی موجود ہو۔ آپ کی نعت کے حوالے سے ڈاکٹر ریاض مجید کہتے ہیں کہ:

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان کا نعتیہ کلام ایک قوس قزح کی مانند ہے جہاں محبتوں اور عقیدتوں کے گونا گوں رنگ افقِ نعت کو مزین کرتے چلے جاتے ہیں۔ صنف نعت میں آپ کے نو تراشیدہ خوبصورت مضامین آپ کی جدت طرازی اور نکتہ آفرینی کے مظہر ہیں۔(۱۵)

ارشاد شاکر اعوان کی نظمیں انتہائی غور و فکر کا تقاضا کرتی ہیں۔ آپ کی بعض نظموں کے عنوانات بھی اپنے اندر جہانِ معنی رکھتے ہیں مثلاً؛ اصحابی کالنّجوم، تارا مسیح، نکتہ دلپذیر قآنی، والتّین، صلی علی محمد ﷺ، اِتّقو، الدین القیم، اصحاب الشمال، حبّذا اے تارکِ آفلؑ کی جاں، والقدرِ خیرِہٖ و شرہٖ، لیل التّمام، والعصرِ، اور منفی ضرب منفی مساوی جمع وغیرہ۔

ارشاد شاکر اعوان کی نظموں میں موضوع کی رنگینی پائی جاتی ہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت، تاریخ اور جدید شاعری کا مطالعہ ارشاد شاکر کو اسلامی تاریخ و ثقافت اور پاکستان کی نظریاتی بنیاد سے گہری وابستگی عطا کرتا ہے جس پر وہ اپنے تمام تر مشاہدات و تجربات کو کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ سیاست، مذہب، معاشرہ، ثقافت، تاریخ، تقدیر،

جدوجہد غرض کہ ہر موضوع پر ارشاد شاکرؔ کی نظمیں اوجِ کمال پر نظر آتی ہیں۔ اُنھوں نے اپنی ذات کے اردگرد پھیلے ہوئے سماج اور ماحول سے شعری موضوعات اخذ کیے ہیں۔ آپ کے کلام میں ملکی اور بیرونی دنیا تک کے مسائل کا عکس واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنی نظموں میں پوری انسانیت کے مسائل کو زیرِ بحث لاتے ہوئے اُن کا ممکن حل بتانے کی مخلصانہ کوشش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری سے متعلق ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں کہ:

> ان کی شاعری کے فکری ماحول میں علاقائی مسائل سے بیرونی دنیا کے آشوب تک سیکڑوں موضوعات و مضامین کا سراغ ملتا ہے۔ (۱۶)

ارشاد شاکر اعوان کی شاعری میں سطحیت کی بجائے معنوی تہہ داری، گہرائی، گیرائی اور فکری بلند پروازی پائی جاتی ہے۔ آپ محض شاعر نہیں ہیں، بلکہ عالم شاعر ہیں۔ آپ کا وسیع مطالعہ اور علمیّت تخلیقِ شعر کے دوران میں اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ اُنھوں نے قرآنی تلمیحات کو نہایت عمدگی اور اُستادانہ مہارت کے ساتھ اپنے کلام کا حصّہ بنایا ہے۔ ابہام اور پیچیدگی اُن کے کلام میں کہیں روڑے نہیں اٹکاتی۔ ارشاد شاکر اعوان کے کلام کا اکثر حصّہ سہلِ ممتنع کی مثال پیش کرتا ہے۔ عربی و فارسی کے فاضلِ اجل ہونے کے باوصف آپ نے اِن زبانوں کے دقیق و ثقیل الفاظ و تراکیب کے استعمال سے اپنے کلام کو گراں بار نہیں کیا۔ اُن کی نظمیں مقصدیت کی حامل ہیں۔ وہ شاعری میں مقصدیت کے نظریے کے حامی ہیں اور شعر و ادب کو تفنّنِ طبع کی بجائے اصلاحِ احوال اور حصولِ مقصد کا وسیلہ خیال کرتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر زرینہ ثانی:

> شاعر کو اپنے خیالات یا محسوسات کو نظم میں پیش کرنے کے لئے فنکارانہ چابکدستی، تخیئل کی بلندی، الفاظ پر دسترس اور شاعرانہ وجدان کی ضرورت ہے۔ (۱۷)

ارشاد شاکر اعوان کا شعری سفر کم و بیش نصف صدی کے عرصے پر محیط ہے۔ اِس شعری سفر کے دوران میں کئی ادبی تحریکیں شروع ہو کر اپنے منطقی انجام کو پہنچیں۔ ان سب کے اثرات بھی آپ کے کلام میں موجود ہیں۔ آپ کی شاعری وقتی اور ہنگامی نہیں ہے، بلکہ دائمی اثرات و صفات رکھتی ہے۔ آپ کی نظمیں اردو کے شعری ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہیں۔

غرض یہ کہ ارشاد شاکر اعوان نے کم و بیش پچاس پچپن سال علم و فن اور ادب کی خدمت میں گزارے ہیں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں، بلکہ نِصف صدی کا قصہ ہے۔ آپ اپنے

ادبی، تحقیقی، تخلیقی، تنقیدی، لسانی، علمی، تدوینی اور تدریسی کارناموں کے باعث ہمیشہ قدر اور عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ نظم نگاری کی تاریخ میں کوئی بھی مؤرّخ ارشاد شاکر اعوان کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

## حوالہ جات


١۔ جابر علی سید، جدید شعر تنقید، بیکن بکس ملتان، ٢٠٠٢ء، ص:٥٤

٢۔ وزیر آغا، تنقید اور احتساب، جدید ناشرین لاہور، ١٩٦٨ء، ص:٤٦

٣۔ عمران ازفر، نئی اردو نظم نئی تخلیقی جہت، پورب اکادمی اسلام آباد، ٢٠١٣ء، ص:٥٧

٤۔ عمران ازفر، نئی اردو نظم نئی تخلیقی جہت، ایضاً، ص:٥٦

٥۔ قاری غلام رسول تانف، "انٹرویو"، برمنگھم لندن، ١٢ نومبر ٢٠١٣ء

٦۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، خواب خیال اُجالا، قرطاس، فیصل آباد، ٢٠ مئی ٢٠١٥ء ص ٥١

٧۔ نذر عابد، ڈاکٹر، انٹرویو، بمقام، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ، ١١ نومبر ٢٠١٣ء

٨۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، خواب خیال اُجالا، ایضاً، ص ١١٢، ١١١

٩۔ اسماعیل گوہر، ڈاکٹر، برف کی دیوار اور سورج بکف شاعر، مشمولہ شعر و سخن، مدیر جانِ عالم، مانسہرہ، شمارہ اپریل ٢٠٠١ء، ص:٤٥

١٠۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، شاخ در شاخ، قرطاس، فیصل آباد، ١٧ مئی ٢٠١٥ء ص ٧٤

١١۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، خواب خیال اُجالا، ص ١٠٣

١٢۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، احوال، قرطاس، فیصل آباد، ٢٧ جون ٢٠١٥ء ص ١٢٨، ١٢٧

١٣۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، شاخ در شاخ، ص ٨٣

١٤۔ ایضاً، ص ٩٩، ٩٨

١٥۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، انٹرویو، بمقام، پیپلز کالونی، فیصل آباد، ٧ نومبر ٢٠١٤ء

١٦۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، خواب و خیال اجالا، از ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، پیش لفظ، ایضاً، ٢٠١٥ء، ص:٠٩

١٧۔ سیماب کی نظمیہ شاعری، ڈاکٹر زرینہ ثانی، ناشر: سیماب اکاڈمی، بمبئی، ١٩٧٨ء ص:١٩